مراعات کا خاتمہ کردے گی۔

(بشکریہ، دی اکانومسٹ 23 مارچ 1991ء)

سوویت یونین اور مسلم دنیا

خلیج کے بارے میں امریکہ کا خفیہ ایجنڈا - کریملن کی حمایت

خلیج کی جنگ ختم ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ جناب گورباچوف اور کریملن میں ان کے ساتھیوں کی خواہش بھی پوری ہو چکی جو عراق اور بحیثیت مجموعی مشرقِ وسطیٰ کی تباہی و بربادی کی قیمت پر وائٹ ھاؤس کے ساتھ بہتر تعلقات کی توقع رکھتے تھے۔ یہ سعودی عرب کی حفاظت یا کویت کی آزادی کا جذبہ نہ تھا جس نے عراق کو کویت سے نکال باہر کرنے کے لیے جناب بش کو متحرک کیا۔ بلکہ اس علاقے میں امریکی اڈہ بنانے کی وہ زبردست خواہش تھی جسے وہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کی آڑ میں پورا کرنا چاہتے تھے۔ سوویت یونین اس پوزیشن میں تھا کہ وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر "نئے عالمی نظام" کو متاثر کر سکے۔ لیکن اس نے اپنی اس صلاحیت کی قربانی دیتے ہوئے امریکی منصوبوں کی پشت پناہی کی۔

جناب گورباچوف نے دوسری عالمی طاقت کے ساتھ مخاصمت کا راستہ اختیار نہیں کیا، کیونکہ انہیں امریکہ کی طرف سے اس یقین دہانی کی ضرورت تھی کہ وہ علیحدگی پسند قوم پرستوں کی حمایت میں سوویت یونین کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔ یوں امریکی اقتصادی امداد کا حصول جناب گورباچوف کی اولین ترجیح تھی۔ صدام حسین کے ساتھ کریملن کے سفارتی مذاکرات سے جناب بش کو کچھ زیادہ پریشانی نہیں ہوئی۔ جناب بیکر نے بڑی مہارت سے ماسکو کو ساتھ ملالیا۔ اور یہ اندازہ کرلیا کہ جناب گورباچوف ایک طرف ملک میں سخت گیر عناصر کے دباؤ کے تحت اور دوسری طرف صدام حسین کی حمایت میں رائے عامہ، بالخصوص مسلم جمہوریتوں، کو مطمئن کرنے کے لیے سفارتی اقدام پر مجبور تھے۔

یہ جنگ مسلم دنیا سمیت سوویت مسلمانوں کے لیے ایک دہشت ناک سانحہ بن گئی۔ مسلم دنیا میں صدام حسین کے لیے ہمدردی شاید اتنی نہ ہو، لیکن عراقیوں کی شکست دنیا بھر کے مسلمانوں کی ذلت اور تباہی کی علامت بن گئی ہے۔ جیسا کہ اردن کے شاہ حسین نے کہا۔ "یہ جنگ تمام عربوں اور مسلمانوں کے خلاف ہے۔" مسلمانوں کو احساس ہے کہ امریکہ خفیہ حکمت عملی کے تحت اسرائیل کو انتہائی طاقتور بنانا اور اسے اپنے ہمسایہ ممالک کے خلاف سلامتی کی

ضمانت مہیا کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ مسلمان دل و جان سے یہ چاہتے تھے کہ صدام حسین کویت سے نکل جائے لیکن عرب ملکوں حتیٰ کہ سعودی عرب اور مصر کی رائے عامہ بھی عراق کے حق میں تھی۔ یعنی غیر ملکی طاقتوں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہ دی جائے کہ وہ ان کے ایک برادر عرب ملک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیں۔ امریکہ نے عراق کی شہری زندگی کو جس طرح جنگ کے ذریعے تباہ کیا، اس کارروائی نے مسلمانوں کو سب سے زیادہ پریشان کیا۔ اگرچہ مسلمان کویت کے خلاف عراقی جارحیت کے حق میں بھی نہ تھے۔ لیکن امریکیوں نے اپنے عزائم کے لیے انہیں بے وقوف بنایا اور مزید دل شکستہ کیا۔ رائے عامہ کی غالب اکثریت، جو جنگ شروع ہونے سے پہلے اتحادی فوجوں کی مدد سے کویت کی آزادی کے حق میں تھی، امریکہ کی جنگی پالیسی کی وجہ سے وہ جنگ اور امریکہ دونوں کے خلاف ہو گئی۔

کیا وجہ ہے کہ سوویت یونین کا موقف نہ تو غیر جانبدارانہ تھا اور نہ صدام حسین کے حق میں تھا؟ کیا کوئی اور بھی ایسی محرک قوت تھی جس نے روسیوں اور امریکیوں کو اکٹھا کر دیا۔ سوویت تاریخ دان لیونڈ سیلیف کے الفاظ میں "اسلامی بنیاد پرستی کسی طور پر بھی سادہ اور بے ضرر نہیں ہے۔ یہ جہاد کی طرح جنگ جویانہ جارحانہ تحریک ہے۔ یہ تحریک سرمایہ دار مغرب سے پیچھے رہ جانے کا مشرق کی طرف سے ردِ عمل ہے۔ یہ ان عناصر کے ساتھ تصادم کی ایک کوشش ہے جو مغرب اور مشرق کے درمیان خلا کو پُر کرنا چاہتے ہیں۔ بنیاد پرست مغرب کو للکارنے اور اسلام کے مذہبی اور ثقافتی اصولوں کی بنیاد پر تمام مسلمانوں کو متحد کرنے کے عظیم مشن میں یقین رکھتے ہیں۔"(New Times no. 6, 1991) اسلامی بنیاد پرستی کے پھیلنے کا خوف سوویٹ یونین اور امریکہ دونوں کے سروں پر بھوت بن کر سوار ہے۔ امریکی - روسی گٹھ جوڑ اسی خوف کا نتیجہ ہے۔ اور یہ دونوں فریق بنیاد پرستی کی روک تھام کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں۔

ایک اہم مسئلہ جسے دنیا بُھلا دینا چاہتی ہے، وہ یہ ہے کہ افغانستان سوویت ایجنڈے سے غائب نہیں ہے۔ یہ سوویت پالیسی میں مرکزی مسئلہ رہا ہے کیونکہ اس کا تعلق روس کی جنوبی سرحدوں کے دفاع اور سلامتی کے امور سے ہے۔ خلیجی بحران اور مجاہدین کی نسبتاً کم سرگرمیوں کے باعث افغانستان کے بارے میں سوویت پوزیشن مستحکم ہوئی ہے۔ خلیجی بحران سے کریملن کو ایک اضافی موقع ملا ہے کہ وہ افغانستان کے مسئلے پر وائٹ ہاؤس کے ساتھ کوئی سمجھوتہ تلاش کر لے۔